© rasailojaraid.com

بلند بانگ دعوے، روایتی بجٹ

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی

اس امر میں ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اگر مالی سال ۰۷۔۲۰۰۶ کے بجٹ میں ٹیکسوں کا منصفانہ نظام وضع کرنے، ٹیکسوں کی چوری روکنے اور ٹیکس دہندگان کا دائرہ وسیع کرنے کے ضمن میں جنرل پرویز مشرف کے ۱۵، دسمبر ۱۹۹۹ء کے ایجنڈے پر عمل کیا جاتا اور اس کے ساتھ کرپشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے ان کے اعلانات کو عملاً پس پشت نہ ڈالا جاتا تو جنرل سیلز ٹیکس کی زیادہ سے زیادہ شرح ۱۵ فیصد سے کم کر کے صرف ۵ فیصد کرنے اور پیٹرول کے نرخوں میں کم از کم ۱۰، روپے فی لیٹر کرنے کے باوجود ایسا ٹیکس فری، عوام دوست بجٹ پیش کرنا ممکن ہوتا جس میں ٹیکسوں کی مد میں ۱۲۶۰، ارب روپے کی وصولی کا قابل حصول ہدف رکھا جاتا اس طرح عوام کو زبردست ریلیف دینے کے باوجود ٹیکسوں کی مد میں ۴۲۵، ارب روپے کی اضافی آمدنی ہوتی۔ واضح رہے کہ بجٹ میں ٹیکسوں کی مد میں وصولی کا ہدف صرف ۸۳۵، ارب روپے رکھا گیا ہے جو کہ مایوس کن حد تک کم ہے اگر حکومت عوام پر بوجھ ڈالے بغیر ٹیکس کی مد میں ۱۲۶۰، ارب روپے وصول کرنے کا ہدف رکھتی تو اس کے لیے تعلیم، صحت، بنیادی سہولیات کی فراہمی، انسانی وسائل کی ترقی اور ہنرمند افراد کی تربیت کے لیے مناسب رقوم مختص کرنا ممکن ہوتا۔ جنرل پرویز مشرف نے ۱۵، دسمبر ۱۹۹۹ء کو قوم سے اپنے خطاب میں کہا تھا کہ وہ ریاست اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی جہاں ٹیکس کی چوری عام ہو، جہاں کچھ طبقوں کو ٹیکس سے مکمل چھوٹ دی جاتی ہو اور جہاں صرف وہ لوگ ٹیکس دیتے ہوں جن کے لیے ٹیکس سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ انہوں نے کچھ عرصے بعد یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہم ٹیکس کا دائرہ وسیع کر لیں تو پھر ٹیکسوں کی شرح کو کم کرنا ممکن ہوگا اور یہ کہ ٹیکس سروے کے بغیر پاکستان کا گزارہ نہیں ہے۔ اب چھ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد ٹیکس کی چوری بدستور جاری ہے اور ٹیکسوں کا نظام بدستور استحصالی ہے۔ پاکستان میں ٹیکس اور جی ڈی پی کا تناسب خطے میں سب سے کم ہے جب کہ ٹیکسوں کی شرح بہت اونچی ہیں۔ ۹۹۔۱۹۹۸ میں ٹیکس اور جی ڈی پی کا تناسب ۱۳٫۲ فیصد تھا۔ ٹیکسوں کی مد میں وصولی میں تاریخی اضافے کے دعووں کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ ۰۳۔۲۰۰۲ میں یہ شرح کم ہو کر ۱۱٫۵ فیصد اور ۰۶۔۲۰۰۵ میں مزید گر کر صرف ۱۰٫۴ فیصد رہ گئی۔ موجودہ مالی سال میں ٹیکسوں کی مد میں ۴٫۷، ارب روپے کی وصولی کی توقع ہے جبکہ اگلے مالی سال میں ۱۳۱، ارب روپے کے اضافے کے ساتھ صرف ۸۳۵، ارب روپے کی وصولی کا ہدف رکھا گیا ہے۔ یہ ہدف کم اس لیے ہے کہ مالی سال ۰۶۔۲۰۰۵ میں ۷۰۴، ارب روپے کی متوقع وصولی میں تقریباً ۱۴ فیصد اضافہ تو خود بخود ہو جائے گا۔ کیونکہ اگلے مالی سال میں معیشت کی شرح نمو میں ۷ فیصد اضافے اور افراط زر کی شرح ۶٫۵ فیصد رکھنے کا ہدف ہے جب کہ بجٹ میں ۲۵، ارب روپے کے نئے ٹیکس عائد کیے گئے ہیں اور جو چھوٹ دی گئی ہیں ان کا حجم اس سے کم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ بجٹ میں قومی انعامی بانڈز پر دی جانے والی شرح انعام میں اضافہ کیا گیا ہے حالانکہ یہ بانڈز کالے دھن کو چھپانے کا ایک بڑا ذریعہ ہیں چنانچہ اس تجویز سے معیشت کو دستاویزی بنانے کے نیم دلانہ عمل میں رکاوٹ پڑے گی۔ نائن الیون کے بعد سے کراچی اسٹاک ایکسچینج کے حصص کی مجموعی مالیت میں ۲۵۰۰، ارب روپے سے زیادہ کا اضافہ ہو چکا ہے مگر اس آمدنی پر ھوتی ٹیکس ایک مرتبہ پھر نہیں لگایا گیا۔ اسی پر بس نہیں، سی بی آر نے یہ یقین دہانی بھی بجٹ سے پہلے ہی کرانا ضروری سمجھی کہ س بات کی تحقیقات نہیں کی جائے گی کہ اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری کے لیے آنے والی رقم کہاں سے آ رہی ہے یعنی حکومت کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ اس کاروبار میں استعمال ہونے والی رقم کالا دھن ہے یا لوٹی ہوئی دولت۔ اس فیصلے سے ایمانداری سے ٹیکس ادا کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ اس پس منظر میں وزیر مملکت برائے خزانہ کا قومی اسمبلی میں بجٹ تقریر میں یہ کہنا ناقابل فہم ہے کہ ''اب جو ٹیکس دے سکتا ہے، وہ ٹیکس نیٹ سے باہر نہیں رہے گا۔'' اگر ایسا ہوتا تو پھر ٹیکس کی وصولی کا ہدف ۸۳۵، ارب نہیں بلکہ ۱۲۶۰، ارب روپے سے زیادہ ہوتا اور اس اضافی رقم سے ۱۶ کروڑ عوام کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ امر خوش آئند ہے کہ ۰۶۔۲۰۰۵ کے بجٹ میں سرکار ملازمین اور ریٹائرڈ ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے جب کہ نجی شعبے کے ملازمین کی کم از کم تنخواہ تین ہزار ماہانہ سے بڑھا کر چار ہزار روپے ماہانہ کر دی گئی ہے۔ اسی طرح انہیں انکم ٹیکس کی مد میں مزید مراعات دی گئی ہیں جن سے لاکھوں ملازمین اور پینشنرز کو فائدہ ہوگا۔ یہ خدشہ بہر حال موجود ہے کہ کچھ اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافے سے ان کے مجموعی ماہانہ اخراجات میں اضافہ ریلیف کی رقم سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ بجٹ میں سستی دالوں کی فراہمی کے لیے ۲ء۵ ارب روپے کی زراعانت دی گئی ہے اور دالوں کی قیمت کو کم رکھنے کے لیے دال درآمد کرنے والے نجی شعبے کے درآمد کنندگان کو بھی زراعانت دی جائے گی۔ مختلف وزارتوں، اقتصادی رابطہ کمیٹی اور اسٹیٹ بینک کے تاخیری اور غلط فیصلوں و پالیسیوں اور طاقت ور ملز مالکان کی جانب سے چینی کی ذخیرہ اندوزی کرنے کی غیر پیشہ ورانہ پالیسی نے بھی چینی کا بحران پیدا کرنے اور سنگین بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگر اسٹیٹ بینک ۱۸، ماہ قبل ہی چینی کی ضمانت پر بینکوں کے قرضوں پر پابندی لگا دیتا تو چینی کا بحران مزید سنگین نہ ہوتا۔ اب عوام کو ریلیف دینے کے لیے بجٹ میں چینی پر بھی زراعانت دینے کی تجویز ہے۔

وزیر مملکت برائے خزانہ نے قومی اسمبلی میں کی جانے والی بجٹ تقریر میں یہ ناقابل فہم بات کہی ہے کہ ''گزشتہ سال کے دوران شہریوں کو سستی بجلی فراہم کرنے کے لیے ۴۴، ارب روپے کی زراعانت دی اور آئندہ سال ۵۵، ارب روپے کی سبسڈی (زراعانت مقرر کی گئی ہے) یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں، کیونکہ عوام کو بجلی سستے نرخوں پر نہ گزشتہ سال ملی تھی، نہ اگلے مالی سال میں ملنے کا امکان ہے۔ یہ زراعانت دراصل واپڈا وغیرہ کے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے دی جاتی ہے، حالانکہ پیشہ ورانہ اصولوں کو اپنا کر میرٹ کو فروغ دے کر بجلی کی چوری روک کر اور نادہندگان سے بجلی کے واجبات وصول کر کے واپڈا وغیرہ کے نقصانات کو بڑی حد تک کم کیا جا سکتا ہے اور یہ مسئلہ کا صحیح حل ہے۔

وطن عزیز کی معیشت روبہ زوال ہے۔ معیشت کی شرح نمو جو ۰۵۔۲۰۰۴ میں ۸ء۶ فیصد تھی ۰۶۔۲۰۰۵ میں کم ہو کر ۶ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶ فیصد رہ گئی۔ زرعی اور صنعتی شعبے کی شرح نمو بھی موجودہ مالی سال میں گزشتہ مالی سال سے کم رہی۔ موجودہ شرح نمو بھی پائیدار شاید نہ رہ سکے۔ حکومت نے شرح نمو کو مہمیز دینے کے لیے قوم کو بچتوں کے بجائے اخراجات کی طرف مائل کیا ہے۔ مالی سال ۲۰۰۴ء اور مالی سال ۲۰۰۵ء میں حقیقی نجی اخراجات میں ۲۵ فیصد اضافہ ہوا جبکہ اس سے پہلے کے دو برسوں میں ان اخراجات میں صرف ۲ فیصد اضافہ ہوا تھا۔ معیشت کی موجودہ شرح نمو بڑی حد تک بینکنگ کے شعبے میں زبردست ترقی کی مرہون منت ہے جو کہ ترقی کا انجن نہیں ہوتا۔ حکومت کی ان ہی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ بینکوں کی جانب سے نجی شعبے کو دیے جانے والے قرضوں کے حجم میں حیرت انگیز حد تک اضافہ ہونے کے باوجود خود حکومتی اعداد و شمار کے مطابق ملک میں بے روزگار افراد کی موجودہ شرح ۶ء۵ فیصد ہے جبکہ فوجی حکومت کو ۵ء۸۹ فیصد کی شرح ورثے میں ملی تھی۔ یہ بات نوٹ کرنا اہم ہے کہ یکم جولائی ۲۰۰۳ء سے ۲۲ اپریل ۲۰۰۶ء تک کے ۳۴ ماہ میں بینکوں نے نجی شعبے کو ۱۱۰۰ ارب روپے کے قرضے فراہم کیے جب کہ ۱۹۸۴ء سے ۲۰۰۳ء تک کے ۱۸ برسوں میں اس شعبے کو ۹۲۱ ارب روپے کے قرضے دیے گئے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ گزشتہ برسوں میں دیے گئے قرضوں کا ایک حصہ ذخیرہ اندوزی اور حصص مارکیٹ میں سرمایہ کاری و سٹے بازی اور جائیداد کی خرید و فروخت کے لیے استعمال ہوا۔ یہ خدشہ بھی موجود ہے کہ ان قرضوں کا ایک حصہ ناقابل وصول بھی ہو سکتا ہے۔ بجٹ تقریر میں یہ بات بار بار کہی گئی ہے کہ حکومت نے خزانہ بھر دیا ہے لیکن تعلیم حکومت کی ترجیحات میں شامل نظر نہیں آتی۔ وزیر تعلیم نے ملک میں شعبہ تعلیم کی حالت زار بھی بیان کی ہے اور اس بات پر مایوسی کا اظہار کیا ہے کہ بجٹ میں تعلیم کی مد میں مناسب رقوم مختص نہیں کی گئی۔

اس حقیقت کو تسلیم کیا جانا چاہیے کہ موجودہ بجٹ معیشت کو درپیش چیلنجوں اور خطرات سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ معیشت کو جو چیلنج اور خطرات درپیش ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: (۱) غربت بے روزگاری اور افراط زر کی اونچی شرح اور غریب و امیر کا بڑھتا ہوا فرق (۲) تاریخی حجم کا تجارتی خسارہ اور منفی کرنٹ اکاؤنٹ بیلنس (۳) بچتوں کی گرتی ہوئی شرح اور سرمایہ کاری و بچتوں کی شرح کا بڑا فرق (۴) بجٹ خسارہ کا بڑھنا (۵) بینکوں کا کھاتے داروں کو حقیقی منفی شرح سے منافع دینا اور اسٹیٹ بینک کی اس ضمن میں موثر اقدامات اٹھانے میں محدود دلچسپی (۶) تعلیم، صحت اور ہنر مند افراد کی تربیت کے لیے انتہائی کم رقوم مختص کرنا اور ہنر مند افراد کا ملک میں ضرورت کے مطابق دستیاب نہ ہونا (۷) انسانی وسائل کی ترقی کے لحاظ سے پاکستان کی پست رینکنگ (۸) ملک و بیرون قرضوں پر غیر ضروری انحصار اور سرمایہ کاری کے ماحول کا سازگار نہ ہونا (۹) ٹیکسوں اور جی ڈی پی کے تناسب کا خطے میں سب سے کم ہونا (۱۰) شاہانہ اخراجات کا رجحان (۱۱) انتہائی تیز رفتاری سے قومی اثاثے بیچنے کے مضمرات اور اس عمل میں غیر ملکیوں کے بڑھتے ہوئے عمل کی وجہ سے نوآبادیاتی نظام کی واپسی کے خطرات اور منافع کی ترسیل سے ادائیگیوں کے توازن، زرمبادلہ کے ذخائر اور روپے کی قدر پر زبردست دباؤ کے مضمرات مندرجہ بالا گزارشات کی روشنی میں ہم دردمندانہ اپیل کریں گے کہ معیشت کو درپیش سنگین چیلنجوں کا صحیح ادراک کرتے ہوئے ایک نئی معاشی پالیسی وضع کی جائے اور اس کی روشنی میں بجٹ تجاویز از سر نو مرتب کی جائیں۔ (بشکریہ: روزنامہ ''جنگ'' کراچی) ☆.....☆

© rasailojaraid.com